میں بیان کرنا بجائے خود کوئی گناہ نہیں، لیکن اس ترتیب بیان میں ایسے تصورات و نظریات کو داخل کردینا جو اصلاً وہاں نہ تھے، ہمارے نزدیک کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے۔ آخر اس میں کونسا امر مانع ہے کہ اپنے تصورات کو ہم خود اپنے ہی تصورات کی حیثیت سے پیش کریں؟ اگلوں کے کام میں ان کا سُراغ لگانے کی کیا ضرورت؟

"حزب ولی اللہی" کی تاریخ بیان کرتے ہوئے مولانا نے حضرت سید احمد بریلوی اور ان کے متبعین کی صادق پوری جماعت کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اُس رنگ سے بہت مختلف ہے جس میں حضرت سید احمد کے معتقدین پیش کرتے ہیں۔ ان دو مختلف بیانات میں ایک ایک عنصر صداقت کا بھی معلوم ہوتا ہے، لیکن دونوں طرف مبالغہ کی رنگ آمیزی بھی اچھی خاصی نظر آتی ہے۔ ضرورت ہے کہ تاریخ کا ایک بے لاگ طالب علم اصل مآخذ کی چھان بین کرکے حقیقت کو جیسی کہ وہ فی الواقع تھی، جوں کا توں بیان کرے۔

اس "حزب" کی پوری تاریخ میں مولانا نے اگر کسی کوتاہی کی نشان دہی کی ہے تو وہ صرف حضرت سید احمد اور ان کے پورپی متبعین کے طرز عمل سے متعلق ہے۔ اس حصہ کو مستثنیٰ کرکے وہ اس حزب کو بے عیب معیار حق کی حیثیت سے پیش فرماتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسی حزب کے اتباع میں حق اور راستی دائر و منحصر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تحزب کا اقتضا یہی ہے کہ آدمی اپنی پارٹی کو اسی طرح پیش کرے۔ لیکن ہم اس حزب کے ایک ایک بزرگ کی خاکِ پا کو سُرمۂ چشم بنانے کے باوجود نہ تو یہ بات تسلیم کرسکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی غلطی و خامی سے پاک تھا، نہ یہ مان سکتے ہیں کہ جس قدر روشنی ہم کو ان کے علوم میں ملتی ہے بس وہی ہمارے لیے کافی ہے، اور نہ اس کے لیے تیار ہیں کہ ہدایت و رہنمائی کے لیے صرف اسی حزب کو واحد سرچشمہ تسلیم کرلیں۔ ہمیں اگر فی الواقع دینِ اسلام کو از سرِ نو ایک عالمگیر طاقت بنانا ہے تو ہمارے لیے ناگزیر ہے کہ ۱۳ سو برس کی طویل تاریخ میں دنیائے اسلام نے علم و عمل کے جس قدر بہترین نمونے پیش کیے ہیں ان سب کے فوائد اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کریں اور قرآن و سنت کی روشنی میں ماضی و حال دونوں کو خوب دیکھ کر اور سمجھ کر خود اپنی ایک مستقل فکر پیدا کریں۔